Journal Homepage: - www.journalijar.com

INTERNATIONAL JOURNAL OF ADVANCED RESEARCH (IJAR)

ISSN NO. 2320-5407

Article DOI: 10.21474/IJAR01/12814
DOI URL: http://dx.doi.org/10.21474/IJAR01/12814

RESEARCH ARTICLE

SOCIAL PRINCIPLES AND ETIQUETTE IN THE LIGHT OF SURAH AL-HUJURAT

Dr. Mufti Muhammad Waqar and Dr. Mufti Imranul Haq

Manuscript Info

Manuscript History
Received: 05 March 2021
Final Accepted: 09 April 2021
Published: May 2021

Key words:-
غیبت،بدگمانی، تجسس، برے القابات، قومی عصبیت،طعن ، تمسخر واستہزاء

Abstract

The word ***Al-hujurat*** isthe plural and definite formof ***hujrah*** which means “the private apartment”. The verse 4 of this chapter is the only use of this word in the Quran, and due to this uniqueness, the chapter is named after it. Surah Al-Hujurat is the Madani Surah, contains eighteen verses in two sections.Allah Almighty mentioned some vital important ethics and rules of society in this chapter. Surah Al-Hujurat contains etiquette and norms to be observed in the Muslim community, including the proper conduct towards the Islamic prophet Muhammadﷺ, an injunction against acting on news without verification, a call for peace and reconciliation, as well injunctions against defamation, suspicion, and backbiting. It also declares a universal brotherhood among Muslims. The thirteenth verse, one of the most famous in the Quran, is understood by Muslim scholars to establish equality with regards to race and origin; only God can determine one's nobility based on his piety. In this article, the researcher conducted the research on some etiquettes and ethics of the society and Muslim community in the light of Surah Al-Hujurat.The aim of this study is to give awarenessand importance of moral values of society to all Muslim and to explain how society can be peaceful and free from all defects. This study is beneficial not only to the particular group but to all human being. The researcher mentioned the detail after studying some authentic Tafseer, Hadith and subject-relevant books andalso related Surah Al-Hujurat to current social system and mentioned some findings, whereas summary and suggestions are also given at the end of this article.

Copy Right, IJAR, 2021,. All rights reserved.

Introduction:-

سورۃ الحجرات مدنی سورت ہے اور کل اٹھارہ آیات اور دو رکوع پر مشتمل ہے۔ اسے ''سورہ الآداب ''بھی کہتے ہے۔اس سورت میں معاشرتی اصول وآداب بیان کیے گئے ہیں۔اس میں مجلس رسولﷺ کا ادب سکھایا گیا کہ آپ ﷺکی آواز سے اونچی آواز نہ کی جائے۔ آپ ﷺسے کوئی آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے، دروازہ پر کھڑے ہوکر چلا چلا کر آپ ﷺ کو پکارا نہ جائے، آپ ﷺکے آرام و راحت کا خیال رکھا جائے۔ پھر اسلامی معاشرہ کے آداب بھی بتادیے کہ افواہوں پر کان نہ دھرا جائے۔ بلا تحقیق کوئی ایسا اقدام نہ کیا جائے جو دوسرے کے لئے مالی و جانی نقصان اور اپنے لئے ندامت و پشیمانی کا باعث بن جائے۔ مؤمنین کو آپس میں بھائیوں کی طرح زندگی گزارنے کی تلقین کے ساتھ ہی باہمی اختلافات کی صورت میں صلح صفائی کی تعلیم دے کر ظالم اور ہٹ دھرم کے خلاف مظلوم کی مدد کا حکم دیا گیا۔ معاشرہ کے کسی بھی فرد یا جماعت کے استہزاء و تمسخر(scoff) سے باز رہنے اور بدگمانی سے بچنے کی ترغیب دی گئی اور غیبت کو اس قدر بدترین عمل قرار دیا کہ اپنے بھائی کی میت سے گوشت نوچ کر کھانے کے مترادف قرار دیا۔ پوری انسانیت کو ایک گھرانے کے افراد بتاکر خاندانوں اور برادریوں کی تقسیم کو تسلیم کرتے ہوئے اسے فضیلت یا اعزاز کی بنیاد قرار دینے سے باز رہنے کی تلقین کے ساتھ ہی اسلامی معاشرہ میں اعزاز و احترام کی بنیاد ''تقویٰ ''کی تعریف کی گئی۔ ایمان کو محض اللہ کا فضل قرار دے کر عُجب اور کبر کی بیخ کنی (eradication)کردی گئی اور بتایا کہ ایمان کی صداقت کے ثبوت کی علامت''جہاد فی سبیل اللہ ''میں جانی و مالی شرکت ہے۔

Corresponding Author:- Dr. Mufti Muhammad Waqar

زیر نظر تحقیق میں محقق نے مختلف تفاسیر اور معاشرتی آداب سے متعلقہ کتب سے استفادہ کرتے ہوئے سورۃ الحجرات کی روشنی میں معاشرتی اصول وآداب کوبسط وتفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور عصر حاضر میں ان معاشرتی اصول و آداب کے اثرات اور نتائج کا جائزہ بھی لیا ہے۔نیز راقم کی تحقیق کا مقصد سورۃ الحجرات کی روشنی میں لوگوں کو معاشرتی اصول وآداب سے آگاہ کرنا ہے،تاکہ وہ ان آداب کی روشنی میں بہترین معاشرہ تعمیر کرسکیں اور معاشرے میں عام قلبی وذہنی بیماریاں دور ہوسکیں ، پیارومحبت ،اخوت اسلامی سے معاشرے کی روح پاکیزہ ہوسکےاور بالخصوص امت مسلمہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام وتعلیمات پر عمل پیرا ہوسکے۔

معاشرتی اصول وآداب سے مراد

انسان مدنی الطبع ہے۔ انسانی آبادی سے دور رہنا اس کیلئے ممکن نہیں۔ اپنی فطری وطبعی جبلت اور اسی مزاج کی وجہ سے بہت سے انسان جب باہم مل جل کررہتے ہیں تو ان کے اس عمل کے نتیجے میں "انسانی معاشرہ " وجود میں آتا ہے۔خالق کائنات نے اس انسانی معاشرے کے ارتقاء اور اس کی بقاء ودوام کی غرض سے ایسا قدرتی نظام وضع فرمادیا ہے جس کی وجہ سے انسانی معاشرے کے ہر فرد کو کسی نہ کسی شکل میں دوسرے کی ضرورت واحتیاج ہے، گویا ہر انسان کی سلامتی وبقاء کا انحصار کسی نہ کسی درجہ میں دوسرے انسانوں کی سلامتی وبقاء پر ہے اور ان سب ہی کے مفادات ومصالح باہم پیوستہ ہیں، خواہ ان میں آپس میں والدین اور اولاد کا رشتہ ہو، وہ میاں بیوی، قرابت دارہوں، پڑوسی ہوں، خادم ومخدوم یا حاکم ومحکوم ہوں، یا خریدار اور دکاندار کے باہمی معاملات ہوں۔ قدرت کا وضع کردہ "انسانی معاشرہ" ہمیشہ اور ہر جگہ کارفرما نظر آئے گا۔[1]

انسانی معاشرے کی بقاء اور اسے امن کا گہوارہ بنانے کیلئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے چند اصول وآداب بھی بیان کردیئے ہیں، کچھ معاشرتی اصول ہمیں قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں ملتا ہے، جن میں بطور خاص سورۃ الحجرات ،سورۃ الحشر ہیں، اسی طرح نبی کریم ﷺ کے مختلف ارشادات معاشرتی اصول وآداب کی تعلیمات پر موجود ہیں۔ پر امن اور نفرتوں وکدورتوں سے پاک معاشرے کی تعمیر تبھی ممکن ہوگی جب ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات پر عمل کریں۔ ذیل میں راقم الحروف چند معاشرتی اصول وآداب سورۃ الحجرات کی روشنی میں پیش کرے گا۔یہ ہم سب کی ذمہ داری اور فریضہ ہے کہ انہیں پڑھ کر اس پر عمل کریں اور دوسروں تک پہنچائیں۔

اونچی آواز کے ساتھ کسی کو گھر سے باہر بلانے سے گریز کیا جائے

قرآن کریم کی آیت نمبر4کی روشنی میں مسلمانوں کو معاشرتی ادب کی تلقین کرتے ہوئے فرمان ربانی ہے کہ

إِنَّ الَّذينَ يُنادونَكَ مِن وَراءِ الحُجُراتِ أَكثَرُهُم لا يَعقِلونَ۔[2]

ترجمہ:"یقیناً جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں،ان میں اکثر سمجھتے نہیں۔"

یہ آیت دراصل ایک واقعہ کا شان نزول ہے جس کے مطابق بنوتمیم کے کچھ لوگ ایک ضرورت سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ، وہ وقت آپ ﷺ کے قیلولہ(nap) کا تھا، آپ ﷺ حجرہ شریفہ میں آرام فرمارہے تھے، ان میں اقرع بن حابس، عیینہ بن حصن بھی تھے،وہ لوگ جاہلی رواج کے مطابق آتے ہی باہر سے آپ ﷺ کو پکارنے لگےکہ اے محمد ! آپ باہر نکل کر آئیں! زمانہ جاہلیت کا رواج تھا کہ جب شعراء وبلغاء کا کوئی وفد کسی بادشاہ یا امیر کے پاس جاتا تو وہ قریب پہنچ کر باہر ہی سے آواز دیتا کہ ہم اشراف عرب ہیں،اصحاب فصاحت وبلاغت ہیں، ہم تعریف کردیں تو باعث شرف ہے اور اگر مذمت کردیں تو باعث ذلت ہے۔چنانچہ بنوتمیم کے اس وفد نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا ، ان میں اکثریت تو ان لوگوں کی تھی جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، لیکن ان میں چند مسلمان بھی تھے، چونکہ یہ طریقہ شان رسالت کے منافی تھا، اس لیے اس پر اللہ کی طرف سے سرزنش (reprimand) کی گئی اور قیامت تک کیلئے یہ پیغام دیدیا کہ شان رسالت میں ادنیٰ بے ادبی بلکہ کوئی بھی ایسا عمل جس میں بے ادبی کااندیشہ بھی ہو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔[3]

بنوتمیم کے وفد کو جو آنحضرت ﷺ کے حجرے کے باہر سے اونچی آواز سے پکار کر آپ ﷺ کو باہر بلارہے تھے، اللہ تعالیٰ نے "لَايَعْقِلُوْنَ"کا لفظ استعمال کرکے مخاطب فرمایا کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے ہیں ،کیونکہ وہ عام بادشاہوں میں اور آپ ﷺ میں فرق نہیں کرسکے ، نیز ان کو اس کا کیا نقصان پہنچنے والا ہے، یہ ان کی ناسمجھی کی کھلی دلیل تھی۔

دوسروں کے آرام کا خیال رکھا جائے

ماقبل میں ذکر کردہ آیت کی روشنی میں اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو آداب معاشرت کے ایک عمدہ اصول سے آگاہ فرمایا ۔ جس کے مطابق مسلمانوں کو چاہیے کہ کسی کے گھر ملاقات کیلئے جائے تو اس کے آرام کے وقت میں نہ جائے ،نیز اسے اس کے گھر کے باہر سے اونچی آواز سے پکار کرنہ باہر نہ بلائے کہ یہ حرکت بے ادبی میں شمار ہوتی ہے اور اس کے گھر والوں کیلئے تکلیف کا باعث بھی بنتی ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنی کتاب آداب المعاشرت [4] میں ملاقات کے آداب میں سے ایک ادب کی بات لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ

"جب کسی کے پاس ملنے یا کچھ کہنے جاؤ اور اس کو کسی مصروفیت کی وجہ سے فرصت نہ ہو، مثلا: قرآن کی تلاوت کررہا ہے یا وظیفہ پڑھ رہا ہے، یا قصداًمقام خلوت میں بیٹھا کچھ لکھ رہا ہے، یا سونے کیلئے آمادہ ہے، یا قرآئن (علامات) سے اور کوئی ایسی حالت معلوم ہو جس سے غالباً اس شخص کی طرف متوجہ ہونے سے اس کا نقصان ہوگا یا اس کو گرانی و پریشانی ہوگی، ایسے وقت میں اس سے کلام وسلام مت کرو،بلکہ یا تو چلے جاؤ اور اگر بہت ہی ضرورت کی بات ہو تو مخاطب سے پہلے پوچھ لو کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں،پھر اجازت کے بعد کہہ دے، اس سے تنگی نہیں ہوتی اور یا فرصت کا انتظار کرو جب اس کو فارغ دیکھو مل لو۔"

قرآن کریم کا طریقہ ادب

اللہ رب العزت مسلمانوں کو طریقہ ادب بتاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُ جَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُموَاللّٰهُغَفُوْرٌرَّحِيْمٌ۔[5]

ترجمہ: " اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک آپ (خود ہی) ان کے پاس نکل کر آجاتے تو یہ ان کیلئے بہتر تھا اور اللہ بہت مغفرت کرنے والا ،نہایت رحم فرمانے والا ہے۔"

کسی کو اس کے گھر کے باہر سے آوازیں دینے کے بجائے ، اگر صبر کرلیا جائے حتی کہ وہ خود ہی گھر سے باہر نکل جائے تو یہ کمال ادب و تقویٰ کی علامت ہے اور جب تقویٰ مزاج میں داخل ہوجاتا ہے تو انسان کے اندر وہ احساس پیدا ہوجاتا ہے جس کے ذریعہ وہ اچھے برے میں فرق کرتا ہے، اچھائی کی طرف شدید رغبت پیدا ہوجاتی ہے اور برائی سے شدید نفرت محسوس ہونے لگتی ہے۔آیت کے اختتام میں اللہ تعالیٰ نے "غفوررحیم" کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ اگر اس سے پہلے کسی مسلمان سے ناسمجھی میں غلطی ہوگئی ہو اور وہ اب ادب جان لینے کے بعد پشیمان اور ندامت میں ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ سے معافی طلب کرے، اللہ تعالیٰ اس کی پچھلی غلطیوں کو معاف فرمادے گا۔

اس آیت شریفہ میں بنیادی طور پر محاسن اخلاق اختیار کرنے کی بھی دعوت دی گئی ہے۔ اسلام کی یہ اخلاقی تعلیم ہر ایک کیلئے ہے، یہاں تک کہ ہر جان رکھنے والے کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔[6]

فیصلہ کرنے میں احتیاط کیجائے

اجتماعی زندگی ایک دوسرے پر اعتماد کے ساتھ مربوط ہے اور یہ ایک انسانی ضرورت ہے ، اس اعتماد کے نتائج اگر صرف اپنی ذات تک محدود ہیں تو فیصلہ کرنے والا آزاد ہے، وہ غورکرکے کچھ بھی فیصلہ کرسکتا ہے، لیکن اگر اس اعتماد کے نتائج متعدی ہیں اور اس کی وجہ سے دوسروں پر بھی اس کا اثر پڑرہا ہے تو اس صورت میں فیصلہ کرنے والا آزاد نہیں ہے، وہ جب تک پوری تحقیق نہیں کرلیتا اور جس پر اس نے اعتماد کیا ہے۔ اس کی سچائی اور امانت داری جس کو اصطلاح میں "عدالت" کہتے ہیں، ظاہر نہیں ہوجاتی اس وقت تک وہ فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں، اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ اعتماد کرکے کوئی اقدام کر بیٹھے اور اس کا نقصان دوسروں کو بھگتنا پڑے۔سورۃ الحجرات کی چھٹی آیت کی روشنی میں اسلام کے اجتماعی زندگی کے اسی اہم جزو کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یا أَیُّهَا الَّذینَ آمَنوا إِن جاءَكُم فاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَیَّنوا أَن تُصیبوا قَومًا بِجَهالَةٍ فَتُصبِحوا عَلىٰ ما فَعَلتُم نادِمینَ۔[7]

ترجمہ:"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح جانچ لو کہ کہیں تم نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو ، پھر تمہیں اپنے کیے پر پچھتاوا ہو۔"

آپ ﷺ کا طریقہ کار

مذکورہ بالا آیت کے شان نزول کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو قبیلہ بنوالمصطلق سے زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا ، جب انہیں معلوم ہوا کہ ولید رضی اللہ عنہ زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے آرہے ہیں، تو انہوں نے خود ہی مال زکوٰۃ جمع کیا اور اس کو لے کراپنے علاقہ سے باہر نکل آئے تاکہ وہ خود ہی زکوٰۃ حضرت ولید رضی اللہ عنہ کے حوالہ کردیں اور ان کا استقبال بھی ہوجائے۔ولید بن عقبہ کو شبہ ہوگیا کہ یہ شاید پرانی دشمنی کی وجہ سے مجھے قتل کرنے آئے ہیں،یہیں سے واپس ہوگئے اور جاکر آپ ﷺ سے اپنے گمان کے مطابق یہ عرض کردیا کہ وہ لوگ زکوٰۃ دینے کیلئے تیار نہیں ،بلکہ میرے قتل کے درپے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور یہ ہدایت فرمائی کہ خوب تحقیق کرلیں ، اس کے بعد کوئی اقدام کریں۔ خالد رضی اللہ عنہ نے بستی سے باہر رات کو پہنچ کر قیام کیا اور تحقیق حال کیلئے چند آدمی بطور جاسوس کے خفیہ بھیج دیئے۔ ان لوگوں نے آکر خبر دی کہ یہ سب لوگ اسلام وایمان پر قائم ہیں، نماز وزکوٰۃ کے پابند ہیں اور کوئی بات خلافِ اسلام نہیں پائی گئی ۔ خالد رضی اللہ عنہ نے واپس آکر آپ ﷺ کو یہ سارا واقعہ بتلایا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[8]

آپ ﷺ نے اپنے اس عمدہ طریقہ سے امت مسلمہ کو بہترین تعلیم سکھلادی ہے اور امت مسلمہ کیلئے آپ ﷺ بہترین مشعل راہ ہے ۔ ہمیں آپ ﷺ کے طریقہ کار اور سنت پر عمل کرتے ہوئے ہر سنی سنائی خبر کا فوراً یقین نہیں کرلینا چاہیے ،بلکہ اگر بدگمانی کا اندیشہ ہو تو پہلے خبر کی تحقیق کرلی جائے اور پھر اسی کے مطابق اگلا قدم اٹھایا جائے اور کوئی حتمی فیصلہ لیا جائے۔ دراصل یہ اصول سوشل میڈیا اور ذرائع ابلاغ سے تعلق رکھنے والوں کیلئے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ایسے اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بلا تحقیق خبر کو شائع کرنے سے گریز کرے ،نیز جھوٹی افواہوں اور سنی سنائی باتوں کو اہمیت نہ دے ۔

سنی سنائی باتوں پر یقین کا نقصان

ہمارے ارد گرد معاشرے میں اکثر لوگ سنی سنائی باتوں پر غلط فیصلے کربیٹھتے ہیں۔ اللہ رب العزت اس کے نقصان کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ أَن تُصیبوا قَومًا بِجَهالَةٍ فَتُصبِحوا عَلىٰ ما فَعَلتُم نادِمینَ کہ کہیں تم نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو ، پھر تمہیں اپنے کیے پر پچھتاوا ہو۔یہاں جہالت کے دو مفہوم ہوسکتے ہیں۔ ایک مفہوم اس کا ناواقفیت کا ہے ۔ یہ علم کی ضد ہے اور دوسرا مفہوم اس کا طیش(anger) میں آجانے کا ہے ۔ یہ حلم(forbearance) کی ضد ہے۔ظاہر ہے کہ دونوں صورتوں میں جب حقیقت حال سامنے آتی ہے تو سوائے ندامت کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا ۔ اسی لیے فرمایا کہ اپنے کیے پر پھر تم کو نادم ہونا پڑتا ہے۔[9]

مذکورہ بالا آیت سے چند اصولی مسائل اخذ ہوتے ہیں ، جو درج ذیل ہیں:

- غیر معروف شخص کی نہ گواہی کا اعتبار ہے اور نہ اس کی کسی خبر کا۔ قاضی اس وقت گواہی قبول کرسکتا ہے جب گواہ معروف ومعتبر ہو، عادل وثقہ ہو۔
- کسی بھی معاملے میں فوری طور پر فیصلہ نہ کیا جائے ، جب تک کہ اس کے بارے میں مکمل تحقیق نہ کرلی جائے۔
- کسی بھی ایسے عمل سے احتراز ہونا چاہیے جو باعث ندامت ہو، اس میں سارے گناہ اور بے احتیاطیاں شامل ہیں۔ بطور خاص قاضی جب کسی کے بارے میں حدود یا سزا کا فیصلہ کرے تو اس کو بہت تفتیش وتحقیق کے بعد فیصلہ لینا چاہیے ، ورنہ خود قابل مواخذہ ہے۔

فریقین کے مابین عدل وانصاف کا قرآنی اصول
اسلام نے پُرامن معاشرے کی تشکیل کا ایک خوبصورت اصول پیش کیا ہے ، وہ یہ کہ اگر دوگروپس کے مابین کسی بات پر جھگڑا ہوجائے تو انہیں پہلے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات دیکھنی چاہیے اور پھر ان کے مطابق دونوں میں صلح قائم کی جائے اور اگر وہ ان تعلیمات کو نہیں مانتا اور ضد (stubborn) ،تکبر و غرور (arrogance) کے باعث اپنی بات پر ہی قائم رہے تو سب مسلمان ملکر اس زیادتی کرنے والے سے جنگ کریں ،یہاں تک کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلوں پر راضی نہ ہوجائے۔ قرآن کریم نے دوفریق کے مابین جھگڑے کی صورت میں عدل وانصاف کا یہ اصول بیان فرماکر معاشرے میں امن قائم کرنے اور لوگوں کی آپس کی نفرتوں اور کدورتوں کو دور کرنے کا راستہ دکھلا دیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِن طائِفَتانِ مِنَ المُؤمِنينَ اقتَتَلوا فَأَصلِحوا بَينَهُما ۖ فَإِن بَغَت إِحداهُما عَلَى الأُخرىٰ فَقاتِلُوا الَّتي تَبغي حَتّىٰ تَفيءَ إِلىٰ أَمرِ اللَّهِ ۚ...الآیۃ[10]

ترجمہ: " اور اگر دوفریق مسلمانوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو،اور اگر زیادتی کرے ایک گروہ دوسرے پر تو پھر سب (مل کر)لڑواس سے جو زیادتی کرتا ہے،یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے اللہ کے حکم کی طرف ."

قرآن کریم کی اس آیت سے واضح پیغام ملتا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک دوسرے پر زیادتی کرے اور قرآن وسنت کا فیصلہ تسلیم کرنے سے انکار کردے اور انہیں ظلم کرنے سے روکنا بھی ممکن نہیں، کیونکہ ان کے حمایتی موجود ہیںتو جو حد سے تجاوز کرنے والے ہیں، ان سے جنگ کرو،یہاں تک کہ وہ بھی اللہ کے حکم کی طرف واپس آجائیں۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

" اپنے بھائی کی مدد کرو،وہ ظالم ہویا مظلوم۔ ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جب وہ مظلوم ہو تو میں اس کی مددکرسکتا ہوں ،جب وہ ظالم ہوتو میں اس کی کیسے مدد کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو اسے ظلم سے روک دے تو یہی تیری مدد ہے۔"

اگرباہم جھگڑے کے بعد وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں تو عدول کے تقاضوں کا خیال رکھتے ہوئے ان میں صلح کرادو ۔ اس میں یہ شعور بھی دلایا جارہا ہے کہ اس سے قبل تمہارے درمیان جھگڑا ہوچکا ہے وہ تمہیں ناانصافی پر برانگیختہ نہ کرے۔ تمام معاملات میں انصاف سے کام لو۔اللہ تعالیٰ انصاف سے کام لینےوالوں کو پسند کرتا ہے۔[11]

جھگڑنے والوں میں صلح کروانا
جس طرح خود جھگڑوں میں پڑنا باعث خفت وذلت ہوتا ہے اور اس سے دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اسی طرح اہل ایمان کو یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ جھگڑے کے ماحول کو بھی بدلنے کی کوشش کریں اور اگر اہل ایمان آپس میں الجھ رہے ہوں تو ان میں صلح کرادی جائے ، دو ٹوٹے دلوں کو جوڑنا اور آپس میں صلح کرادینا اتنا اہم اور فضیلت والا کام ہے کہ اس کیلئے اگر کچھ بات بھی بنانی پڑے تو اس کی اجازت دی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بہت سے معاملات میں آپس کے رشتے توڑنے والوں کے درمیان صلح کروائی ہے اور کئی مقامات میں مسلمانوں کو صلح رحمی کا حکم دیا ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ

عن أنس بن مالك قال : قال رسول الله صلى الله عليه و سلم:صل من قطعك و أعف عمن ظلمك[12]
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو تجھ سے قطع تعلق کرے تو اس کے ساتھ جوڑ اور جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کر۔

سورۃ الحجرات کی چھٹی آیت میں یہ حکم گزرا ہے کہ ہر سنی سنائی بات پر کان نہ دھرا جائے، اگر ایسا شخص کوئی خبر لے کر آیا ہے جس کا اعتبار نہیں تو بغیر تحقیق کوئی اقدام نہ کیا جائے، اگر غلطی ہوگئی تو اس کا نتیجہ جھگڑے کی شکل میں ظاہر ہوگا اور یہ بات بڑھتے بڑھتے قتل وغارت گری(destruction) تک پہنچ سکتی ہے۔ اسی لیے اسی سورت کی نویں آیت میں یہ تلقین کی جارہی ہے کہ اگر اہل ایمان میں جھگڑے کی یہ شکل پیدا ہو تو ان میں صلح کی کوشش کی جائے اور اگر کوئی فریق صلح پر رضا مند نہ ہو تو حتی المقدور اس کو اس پر آمادہ کیا جائے۔پھر اگر خود صلح کرانے میں دشواری ہو ار اس کا غالب امکان ہو کہ دونوں فریق یا دونوں میں سے کوئی ایک فریق اس کی بات ماننے پر رضامند نہ ہوگا تو بہتر ہے کہ درمیان میں ایسے لوگوں سے ثالثی (arbitration) کرائی جائے جن کا دونوں فریقوں پر اثر ہو اور دونوں فریق اس کی بات میں وزن محسوس کرتے ہوں۔

صلح کرانے کے آداب
اسلام نے لوگوں کے جھگڑے اور فساد کی صورت میں متوازن عادلانہ نظام پیش کیا ہے، جس پر عمل کرکے آپس کے جھگڑے دور ہوسکتے ہیں۔طاقت سے ایک فریق کو روکنے کے باوجود اصلاح کی دوسری کوشش کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب قوت کے استعمال میں بھی اعتدال وتوازن قائم رہے ۔دوفریقوں میں ثالثی کرنے والوں کو یہ بنیادی حکم ہے کہ اگر ایک فریق بات نہیں مانتا اور وہ ظلم پر کم بستہ ہے ، اس کو بہ زور طاقت ظلم سے روک دو ، لیکن طاقت کے استعمال میں توازن قائم رہے۔ اصلاح کی کوشش ابھی ختم نہیں ہوئی، طاقت کے زور پر سہی، جب ایک فریق جھک گیا اور زیادتی سے باز آگیا تو اب دوبارہ دونوں فریقوں کو جوڑنے کی کوشش کرو اور دلوں کو ملانے کا کام کرو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ[13]
ترجمہ: " پس اگر وہ جھک جاتا ہے تو پھر دونوں میں برابری سے صلح کرادو اور انصاف سے کام لو۔بے شک اللہ تعالیٰ انصاف سے کام لینے والوں کو پسند کرتا ہے۔

آیت کی رو سے یہ حکم واضح ہوگیا کہ جھگڑے کی صورت میں بزور طاقت اسے روکا جائے اور دوسری صورت میں دونوں میں صلح کرائی جائے۔لیکن صد افسوس اس بات پر کہ ہمارے معاشرے میں آج اس حکم کے برعکس عمل درآمد کیا جارہا ہے ۔ لوگ دوفریقوں کے مابین جھگڑے خود ہی پیدا کرتے ہیں، اور دونوں میں تیلی لگا کر آگ کو مزید بڑھکا دیتے ہیں۔پھر اس سے بھی باز نہیں آتے، بلکہ دونوں فریقین کے مابین ایک دوسرے کے خلاف نفرت پھونک دیتے ہیں،تاکہ وہ ایک دوسرے کے جانی دشمن بن جائیں۔ ان کا آپس کا تعلق ختم ہوجائے۔ اس طرح کی حرکات گھریلو عورتوں میں زیادہ دیکھنے کو ملتی ہیں اور اکثر گھریلو جھگڑے کی سب سے بڑی وجہ بھی یہی حرکت بنتی ہے۔ یہ سب قرآن وحدیث سے دوری اور غفلت کی وجہ سے ہوتا ہے۔اگر ہمارا معاشرہ قرآن کو اپنے سینے سے لگا لیں اور اس کی بتائی ہوئی تعلیمات پر عمل پیرا ہوجائیں اور نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اپنالیں تو ان کی زندگی بہار بن جائے گی اور ہمیشہ خوشحالی رہے گی۔

اصلاح معاشرہ کاایک جامع اصول

سورۃ الحجرات کی دسویں آیت میں اللہ رب العزت نے اصلاح معاشرہ(reconciliation of society) کا یک جامع اصول بیان فرمایا ہے ، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا المُؤمِنونَ إِخوَةٌ فَأَصلِحوا بَينَ أَخَوَيكُم ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُم تُرحَمونَ[14]

ترجمہ:" تمام اہل ایمان بھائی بھائی ہیں، تو اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو،تاکہ تم پر رحمت ہو۔

آیت کی رو سے تمام اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ جس طرح کوئی شخص اپنے سگے بھائی سے محبت ، انسیت ، الفت رکھتا ہے، اسی طرح دوسرے مسلمانوں سے بھی رکھے۔پھر آگے کی آیت میں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ چونکہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، لہٰذا جب دوبھائیوں میں آپس میں تصادم اور جھگڑا ہوجائے تو بقیہ بھائیوں کو رشتہ محبت کی بنا پر اس کی فکر ہونی چاہیے کہ دونوں کو ملادیا جائے تاکہ سب کو اس مصیبت سے نجات ملے اور بہتر ماحول پیدا ہو، آپس کے تعلقات استوار رہیں اور زندگی پرلطف گزرے۔صحیح حدیث میں ہے کہ مسلمان سارے کے سارے اپنی محبت، رحمدلی اور میل جول میں مثل ایک جسم کے ہیں،جب کسی عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم تڑپ اٹھتا ہے، کبھی بخار چڑھ آتا ہے،کبھی شب بیداری کی تکلیف ہوتیہے۔ ایک اور حدیث میں ہے مومن دوسرے مومن کیلئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں می ڈال کر بتایا۔ مسند احمد میں ہے کہ مومن کے تعلق اہل ایمان سے ایسا ہے جیسے سر کا تعلق جسم سے ہے، مومن اہل ایمان کیلئے وہی دردمندی کرتا ہے،جو دردمندی جسم کو سر کے ساتھ ہے۔[15]

آیت کے اختتام پر حکم دیا گیا کہ اگر تقویٰ اختیار کرلیا جائے تو آپس کے جھگڑے اور تصادم سے دلوں میں جو حسد (jealousy) ، کینہ وبُغض(malice)، غیبت،چغلی(backbite) اور دوسروں کی حق تلفیاں پیدا ہونے کا خدشہ ہوتا ہے ،وہ دور ہوجاتا ہے۔ دونوں فریقین اللہ کے ڈر سے آپس کے جھگڑے کو چھوڑ دیں، صلح کرانے والے بھی اللہ ڈر سے صحیح فیصلہ کریں ۔درحقیت اسی سے ہی حقیقی معاشرہ کی بنیاد یں مضبوط بنتی ہیں۔

ایک دوسرے کا مذاق مت اڑائیں

معاشرے کے آداب میں ایک یہ بات بھی شامل ہے کہ دوسرے انسان کی عزت وحرمت کا خیال رکھا جائے ۔ اس کی تحقیر وتذلیل نہ کی جائے ۔ اسلام نے انسان کی عزت وحرمت کو پامال کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے ۔کوئی بھائی اپنی زبان اور دوسرے افعال واعمال سے کسی بھائی کا مذاق اڑانے سے گریز کیا جائے ، کیونکہ ایسا کرنے میں ایک دوسرے کی تحقیر وتذلیل ہے کہ جس سے اس کو تکلیف پہنچتی ہے اور ایسا کرنا بہت بڑا جرم ہے جس کی شریعت مطہرہ قطعا اجازت نہیں دیتی ہے۔قرآن کریم میں واضح ارشاد فرمادیا گیا ہے کہ

يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنوا لا يَسخَر قَومٌ مِن قَومٍ عَسىٰ أَن يَكونوا خَيرًا مِنهُم وَلا نِساءٌ مِن نِساءٍ عَسىٰ أَن يَكُنَّ خَيرًا مِنهُنَّ ۖ ...الآیۃ[16]

ترجمہ:" اے ایمان والو! کوئی مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائے،ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہو اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ، ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں۔

مذاق اڑانے سے مراد محض زبان ہی سے کسی کا مذاق اڑانا نہیں ہے، بلکہ کسی کی نقل اتارنا، اسکی طرف اشارے کرنا، اس کی بات پر یا اس کے کام یا اس کی صورت یا اس کے لباس پر ہنسنا، یا اس کے کسی نقص یا عیب کی طرف لوگوں کو اس طرح توجہ دلانا کہ دوسرے اس پر ہنسیں، یہ سب بھی مذاق اڑانے میں داخل ہیں۔ اصل ممانعت جس چیز کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کی کسی نہ کسی طور پر تضحیک کرے ،کیونکہ اس تضحیک(mocking) میں لازماً اپنی بڑائی اور دوسرے کی تذلیل وتحقیر کے جذبات کارفرما ہوتے ہیں، جو اخلاقاً سخت معیوب ہیں، اور مزید برآں اس سے دوسرے شخص کی دل آزاری بھی ہوتی ہے جس سے معاشرے میں فساد رونما ہوتا ہے۔ اسی بناء پر اس فعل کو حرام کیا گیا ہے۔[17]

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی مسلمان خواہ وہ مرد ہو یا عورت کیلئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان مرد وعورت کا مذاق اڑائے ۔ درحقیت معاشرہ انہی چیزوں سے پروان چڑھتا ہے جہاں پر لوگوں کو عزت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے ، ایک دوسرے سے اچھے الفاظ سے مخاطب کیا جاتا ہو، ایک دوسرے کی تحقیر وتذلیل کرنے سے گریز کیا جاتا ہو۔ ہم سب کو بحیثیت مسلمان اس معاشرتی ادب کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا چاہیے تاکہ کسی دوسرے مسلمان بھائی بہن کی عزت وحرمت پامال نہ ہو اور انہیں تکلیف نہ پہنچے۔

ایک دوسرے پر طعن نہ کریں

معاشرے کی ایک بڑی برائی اور بیماری یہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو طعنہ دے یا اس کے عیب نکالے اور لوگوں میں اس پوشیدہ عیوب کو ظاہر کرے۔اسلام نے اس بات سے سختی سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس میں دوسرے مسلمان بھائی کی تحقیر وتوہین ہوتی ہے اور اسے تکلیف پہنچتی ہے۔ اللہ رب العزت کا واضح ارشاد ہے:

وَلا تَلمِزوا أَنفُسَكُم...الآیۃ [18]
ترجمہ:"اور تم اپنے عیب نہ نکالو۔"
آیت میں "لمز" کے معنی کسی میں عیب نکالنے اور عیب ظاہر کرنے یا عیب پر طعنہ زنی (defame) کرنے کے ہیں۔آیت میں ارشاد ایسا ہی ہے جیسے قرآن کریم میں ہے "لاتقتلوا انفسکم" جس کے معنی یہ ہیں کہ تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو، دونوں جگہ اپنے آپ کو قتل کرنے یا اپنے عیب نکالنے سے مراد یہ ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کرو، ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو۔اس لحاظ سے آیت کی وضاحت کچھ یوں ہوگی کہ تم جو دوسروں کے عیب نکالو اور طعنہ دو تو یادرکھو کہ عیب سے تو کوئی انسان عادۃً خالی نہیں ہوتا، تم اس کے عیب نکالو گے تو وہ تمہارے عیب نکالے گا۔علماء نے فرمایا ہے کہ انسان کی سعادت اور خوش نصیبی اس میں ہے کہ اپنے عیوب پر نظر رکھے ،ان کی اصلاح کی فکر میں لگا رہے اور جو ایسا کرے گا ، اس کو دوسروں کے عیب نکالنے اور بیان کرنے کی فرصت ہی نہ ملے گی۔[19]

بہادر شاہ ظفر نے کیا خوب ہی فرمایا ہے:
نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر رہے دیکھتے لوگوں کے عیب وہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو جہاں میں کوئی برا نہ رہا

ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکاریں
معاشرتی آداب میں ایک بات یہ بھی شامل ہے کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو برے لقب سے مت پکارے،اسی طرح ایسے لقب سے بھی مخاطب نہ کرے جس سے وہ ناراض ہوتا ہے،جیسے:کسی کو لنگڑا(lame)،لولا(cripple) یا اندھا(blind) کہہ کر پکارنا یا اس لفظ سے اس کا ذکر کرنا ، اسی طرح جو نام کسی شخص کی تحقیر کیلئے استعمال کیا جاتا ہو اس نام سے اس کو پکارنا وغیرہ۔قرآن کریم میں واضح ارشاد ہے کہ

وَلا تَنابَزوا بِالأَلقابِ ۖ بِئسَ الِاسمُ الفُسوقُ بَعدَ الإيمانِ ۚ وَمَن لَم يَتُب فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّالِمونَ۔[20]
ترجمہ:"اور نام نہ ڈالو چڑانے کو ایک دوسرے کے ، بُرا نام ہے گنہگاری پیچھے ایمان کے اور جو کوئی توبہ نہ کرے تو وہی ہیں بے انصاف۔"

آیت کی روشنی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایمان لانے کے بعد کسی کو برے القاب چڑانے (mock)کی غرض سے یا تحقیر واستہزاء کی غرض سے پکارنا گناہ کی بات ہے اور اس سے پہلے اگر یہ فعل سرزد ہوا بھی ہوتو اس سے توبہ کرلی جائے اور آئندہ اسے نہ دہرایا جائے۔ اس واضح ارشاد کے باوجود بھی اگر کوئی توبہ نہیں کرتا اور نہ اپنے فعل سے باز آتا ہےتو وہ بہت ہی بڑا ظالم ہوگا۔

حضرت ابو جبیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے ،کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو ہم میں اکثر آدمی ایسے تھے جن کے دو یا تین نام مشہور تھے اور ان میں سے بعض نام ایسے تھے جو لوگوں نے اس کو عار دلانے اور تحقیر وتوہین کیلئے مشہور کردئیے تھے۔آپ ﷺ کو یہ معلوم نہ تھا بعض اوقات وہی بُرا نام لیکر آپ ﷺ اس کو خطاب کرتے تو صحابہ عرض کرتے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ وہ اس نام سے ناراض ہوتا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیت میں "تنابزوا بالالقاب " سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی گناہ یا برا عمل کیا ہو اور پھر اس سے تائب ہوگیا ہو ، اس کے بعد اس کو اس برے عمل کے نام سے پکارنا، مثلا: چور یا زانی یا شرابی وغیرہ ۔جس نے چوری ، زنا، شراب سے توبہ کرلی ہو اس کو اس پچھلے عمل سے عاردلانا اور تحقیر کرنا(insult) حرام ہے۔[21]

ایک مومن کیلئے یہ بات سخت شرمناک ہے کہ مومن ہونے کے باوجود وہ بدزبانی اور شہداپن میں نام پیدا کرے۔ ایک کافر اگر اس لحاظ سے مشہور ہو کہ وہ لوگوں کا مذاق خوب اڑاتا ہے، یا پھبتیاں (taunts)خوب کستا ہے، یا برے برے نام خوب تجویز کرتا ہے، تو یہ انسانیت کے لحاظ سے خواہ اچھی شہرت نہ ہو کم از کم اس کے کفر کو تو زیب دیتی ہے۔ مگر ایک آدمی اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور آخرت پر ایمان لانے کے بعد ایسے ذلیل اوصاف میں شہرت حاصل کرے تو یہ ڈوب مرنے کے لائق بات ہے۔[22]

بعض لوگوں کے ایسے نام مشہور ہوجاتے ہیں جو فی نفسہ بُرے ہیں، مگر وہ بغیر اس لفظ کے پہچانا ہی نہیں جاتا تو اس کو اس نام سے ذکر کرنے کی اجازت پر علماء کا اتفاق ہے بشرطیکہ ذکر کرنے والے کا قصد اس سے تحقیر وتذلیل کا نہ ہو،جیسے بعض محدثین کے نام کے ساتھ "اعرج(lame)" یا "احدب(humpback)" مشہورہے۔ خود نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی کو جس کے ہاتھ نسبتاً زیادہ طویل تھے "ذو الیدین" کے نام سے تعبیر فرمایا ہے۔البتہ اچھے القابات سے پکارنا سنت ہے، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کا حق دوسرے مومن پر یہ ہے کہ اس کا ایسے نام ولقب سے ذکر کرے جو اس کو زیادہ پسند ہو ۔ اسی لیے عرب میں کنیت کا رواج عام تھا اور آپ ﷺ نے بھی اسے پسند فرمایا۔خو د آپ ﷺ نے خاص خاص صحابہ کرام کو کچھ لقب دیئے[23] ہیں۔

سماج کی تین بڑی بیماریاں
سورۃ الحجرات کی آیت نمبر 12 میں اللہ تعالیٰ نے سماج کی تین بڑی بیماریوں کا ذکر فرمایا ہے اور اس سے بچنے کی ہدایت کی ہے۔ یہ تین بیماریاں درحقیقت پورے معاشرے کی بگاڑ کا سبب بنتی ہیں، بھائی ،بھائی کا دشمن بن جاتا ہے، میاں بیوی میں تنازعات (controversies) پیدا ہوجاتے ہیں، خاندان اور نسلیں تباہ وبرباد ہوجاتی ہیں۔ یہ تین بیماریاں بدگمانی (suspicion)، تجسس(spy) اور غیبت(backbite) ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا اجتَنِبوا كَثيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعضَ الظَّنِّ إِثمٌوَلا تَجَسَّسواوَلا يَغتَب بَعضُكُم بَعضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُم أَن يَأكُلَ لَحمَ أَخيهِ مَيتًا فَكَرِهتُموهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوّابٌ رَحيمٌ۔[24]

ترجمہ:"اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچو۔ یقیناً بعض بدگمانیاں گناہ ہیں،اور نہ ٹوہ (تجسس) میں رہو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کسی کو اچھا لگے گا کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے ، اس سے تو تم گھن کرو گے ہی، اور اللہ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ توبہ قبول فرماتا ہے، رحم فرماتا ہے۔"

1۔بدگمانی

لڑائی جھگڑوں سے قومیں تباہ وبرباد ہوجایا کرتی ہیں۔ ان کا امن وسکون برباد ہوجایا کرتا ہے۔ لڑائی جھگڑوں کی بنیادی وجہ بدگمانی ہوتی ہے۔دراصل یہ معاشرے کی تباہی وبربادی کا ایک اہم ستون بھی ہے۔ بدگمانی سے مراد یہ ہے کہ دوسروں کے متعلق اپنے ذہن کو خراب کرلینا کہ وہ میرا نقصان کرنا چاہتا ہے۔ یا مجھے تکلیف دینا چاہتا ہے۔ یہ ایسی سوچ ہے کہ جس سے لڑائی جھگڑوں کی نوبت ضرور آتی ہے۔ اس وجہ سے دین اسلام نے بدگمانی سے ہی منع فرمایا ہے۔ تاکہ معاشرے کے امن وسکون کو قائم ودائم رکھا جاسکے۔[25]

قرآن کریم میں معاشرے کی بنیادوں کو قائم ودائم رکھنے کیلئے کسی مسلمان کے بارے میں بدگمانی کرنے سے سختی سے منع فرمایا گیا ہے،ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا اجتَنِبوا كَثيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعضَ الظَّنِّ إِثمٌ ۖ
ترجمہ:"اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچو۔ یقیناً بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔"
یعنی: بیٹھے بٹھائے دوسروں کے بارے میں غلط ذہن نہ بنالیا کرو، بلکہ یہ سوچا کرو کہ میرا بھائی میرا نقصان نہیں کرسکتا ،بلکہ وہ تو میرا خیر خواہ ہے، میری بہتری چاہتا ہے۔ اس سے پیارو محبت پیدا ہوگی لیکن اگر بیٹھے بٹھائے بغیر کسی وجہ کے غلط سوچیں سوچو گے تو نقصان کر بیٹھو گے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے :

اياكم والظن فان الظن اكذب الحديث[26]
بدگمانی سے بچے رہو کہ وہ سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔
حدیث کی روشنی سے ثابت ہوتا ہے کہ بدگمانی سب سے جھوٹی چیز ہے اور جھوٹی چیز کے قریب ایک مسلمان کبھی بھی نہیں جاتا بلکہ مسلمان بدگمانی اور ہر وہ کام کہ جو بدگمانی پیداکرسکتا ہے،مثلا: دوسروں کے عیبوں کی ٹوہ میں لگے رہنا، دوسروں کی کمزوریوں کو پکڑنے کی کوشش کرنا وغیرہ ان تمام چیزوں سے اپنے آپ کو بچاتا ہے۔امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تیرے مسلمان بھائی کی زبان سے جو کلمہ نکلا ہو جہاں تک تجھ سے ہوسکے اسے بھلائی اور اچھائی پر محمول کر۔[27]

2۔تجسس

سماج کی دوسری بڑی بیماری کسی کی ٹوہ (تجسس) میں لگے رہنا ، اس کی اچھائی کو برائی سمجھ بیٹھنا ہے۔ سورۃ الحجرات کی آیت نمبر 12 میں اللہ تعالیٰ نے تجسس سے منع فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلا تَجَسَّسوا۔۔۔الآیۃ
ترجمہ: " اور نہ ٹوہ (تجسس) میں رہو۔"
یہ انسانی فطرت ہے کہ جب انسان کسی سے بدگمان ہوتا ہے تو اس کی ٹوہ میں پڑتا ہے، اس کی نقل وحرکت پر اس کی نگاہ ہوتی ہے، اس کے پیچھے وہ اپنے جاسوس لگادیتا ہے اور پھر اس کی اچھائیاں بھی اس کو برائیوں کی شکل میں نظر آنے لگتی ہیں، اسے تجسس کہا جاتا ہے۔ جاسوس ، تجسس ہی سے بنا ہے، بڑے پیمانہ پر جب یہ کام ہوتا ہے تو جاسوسی کا پورا نظام شروع ہوجاتا ہے، کسی ایمان والے فرد یا جماعت کیلئے درست نہیں کہ وہ اپنے ایمانی بھائیوں کے عیوب (defects) تلاش کرے۔ اسلامی حکم یہ ہے کہ آدمی عیوب سے چشم پوشی کرے اور بھلائیوں سے فائدہ اٹھائے۔ البتہ ان لوگوں کیلئے جو خدا کے باغی ہیں اور اسلام کے دشمن ہیں، ان کے مکائد(frauds) سے مطلع ہونے کیلئے جاسوسی کرنا یا کرانا جنگی حکمت عملی ہے ، تاکہ ان کی کمزوریوں سے واقف ہوکر ان پر قابو پایا جاسکے اور دنیا کو ان کے شر سے بچایا جاسکے۔[28]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ
إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث ولا تجسسوا ولا تحسسوا ولا تباغضوا وكونوا إخوانا۔[29]

بدگمانی سے بچو، اس لیے کہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے، نہ تجسس میں پڑو، نہ ٹوہ میں لگو اور نہ (دنیا میں) منافست کرو، نہ ایک دوسرے سے حسد کرو، نہ بغض کرو اور نہ منھ موڑو اور اللہ کے بندو ! آپس میں بھائی بھائی ہوکر رہو۔

3۔غیبت

سماج کی بیماریوں میں سے تیسری بڑی بیماری یہ ہے کہ انسان زبان سے غیبت کرتا ہے۔ اس غیبت کرنے کو معمولی گناہ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ گناہ انتہائی بڑا گناہ ہے، جس کی سزا بڑی ہی بھیانک ہے۔قرآن کریم میں غیبت کرنے والے کی مثال اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی ہے کہ جو غیبت کرتا ہے ،اس کی مثال ایسی ہے کہ وہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھاتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلا يَغتَب بَعضُكُم بَعضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُم أَن يَأكُلَ لَحمَ أَخيهِ مَيتًا فَكَرِهتُموهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوّابٌ رَحيمٌ۔

ترجمہ: "اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کسی کو اچھا لگے گا کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے ، اس سے تو تم گھن کرو گے ہی، اور اللہ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ توبہ قبول فرماتا ہے، رحم فرماتا ہے۔"

غیبت کا معنی ہے کسی مسلمان کی غیر موجودگی میں اس کی ایسی بات کا ذکر کرنا جو اسے نا پسند ہو، خواہ آنکھ کے اشارے سے ہو، تحریری شکل میں ،اس کا تعلق اس کے دینی امور سے ہو یا دنیاوی معاملات سے، اس کے اخلاق سے ہو یا جسمانی ساخت سے۔ غیبت کا تعلق کسی شخص کے خادم یا مال واولاد، کپڑے اور حرکات وسکنات سے بھی ہوسکتا ہے۔[30]

غیب کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے کچھ اس طرح سے وضاحت کی :

عن أبيه عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال * أتدرون ما الغيبة قالوا الله ورسوله أعلم قال ذكرك أخاك بما يكره قيل أفرأيت إن كان في أخي ما أقول قال إن كان فيه ما تقول فقد اغتبته وإن لم يكن فيه فقد بهتة[31]

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ، اللہ اور اسکا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا : اپنے بھائی کا ایسے انداز میں ذکر کرنا جسے وہ پسند نہ کرے۔ عرض کی گئی کہ اگر میرے بھائی میں وہ چیز موجود ہو جس کا میں ذکر کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اس میں وہ بات موجود ہے تو تونے اس کی غیبت کی اور اگر وہ بات اس میں نہیں ہے جو تونے اس کی بابت بیان کی تو تو نے اس پر بہتان باندھا۔
اسی طرح ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ

عن انس بن مالک قال: قال رسول الله ﷺ عرج بي مررت بقوم لهم اظفار من نحاس يخمشون وجوههم وصدورهم فقلت: من هؤلاء يا جبريل؟ قال: هؤلاء الذين ياكلون لحوم الناس ويقعون في اعراضهم[32]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : معراج کی رات میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کو ن لوگ ہیں؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو غیبت کرکے لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزتوں کو پامال کرتے تھے۔

قومی عصبیت اور اسلامی تعلیم

جب سے دنیا کا وجود ہے تب سے مختلف خطوں میں عصبیتیں (tribalism) نظر آتی ہیں، رنگ ونسل ، زبان ، قومیت ووطنیت کا وجود نظر آتا ہے۔ انسانوں کی تقسیم قبائل بنیادوں پر چلی آرہی ہے، اور اسی کو تقابل وتفاخر کا معیار سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے تمام انسانوں کے مابین مساوات کا رشتہ قائم کرکے یہ سارے امتیازات مٹادیئے اور صاف صاف اعلان کردیا کہ

يا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقناكُم مِن ذَكَرٍ وَأُنثىٰ وَجَعَلناكُم شُعوبًا وَقَبائِلَ لِتَعارَفوا ۚ[33]

ترجمہ: " اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ار تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔

گویا کہ یہ ایک ایسی انسانی برادری ہے جس سے انسانی اخوت کا رشتہ قائم ہے ۔ ایک بھائی کو دوسرے بھائی پر کسی قسم کا خاندانی امتیاز حاصل نہیں ہوتا ، جوکچھ بھی امتیاز ہوتا ہے وہ فضل وکمال کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ خاندانوں اور قبیلوں میں انسانوں کی تقسیم کا مقصد ایک دوسرے سے تعارف ہے۔ ایک خاندان آپس میں متعارف ہوتا ہے پھر اس کے دوسرے خاندانوں سے رشتے قائم ہوتے ہیں، ایک دوسرے سے ضروریات وابستہ ہوتی ہیں اور خاندانوں میں یہ چیز مزید ربط وارتباط (connection) کا ذریعہ بنتی ہے۔لیکن لوگوں نے بجائے اس کے کہ اسے تعارف ومحبت کا ذریعہ بناتے، تفرقہ وانتشار (dispersion) اور بھید بھاؤ کا ذریعہ سمجھ لیا تھا۔ آیت میں مختلف خاندانوں کے وجود میں آنے کا جو مقصد بیان کیا گیا ہے اس کو پلٹ دیا گیا تھا، اور اس خاندانی تعصب کی بناء پر حسد، غیبت، بدگمانی ، بہتان طرازی(calumny)، چغلی اور خداجانے کتنے امراض اندر پیدا ہوگئے تھے۔

عزت وتکریم کا معیار تقویٰ ہے
قرآن کریم کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں ۔ ان کے درمیان رنگ ونسل اور زبان وغیرہ کی بنیاد پر فرق وامتیاز نہیں ہے۔ ایمان اور عمل صالح یعنی تقویٰ ہی وہ بنیاد ہے جس کی رو سے ایک انسان دوسرے انسان کے مقابلے میں فضیلت اور برتری حاصل کرسکتا ہے۔[34]قرآن کریم نے اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے:

إِنَّ أَكرَمَكُم عِندَ اللَّهِ أَتقاكُم ۚ إِنَّ اللَّهَ عَليمٌ خَبيرٌ[35]
خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔
اور اس نکتہ کی وضاحت آپ ﷺ نے کچھ یوں فرمائی ہے:

الا لافضل لعربی علی عجمی ولا عجمی علی عربی ولالاحمر علی الاسود ولا الاسود علی احمرالا بالتقویٰ....[36]

یاد رکھو!کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی عجمی کو عربی ،نہ سرخ کو کسی سیاہ پر اور نہ ہی سیاہ کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت ہے،سوائے تقویٰ کے۔

کسی بھی انسان کو رنگ ونسل اور قوم اور لسانیت (linguistic)کو دیکھ کر دوسرے انسان کی تکریم و تذلیل کا کوئی حق نہیں ہے۔اسلام نے تمام انسانوں کو معاشرتی آداب سکھلا کر رہنمائی کردی ہے کہ اگر کوئی انسان دوسرے سے بڑھ کر ہے تو اس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا خوف یعنی: تقویٰ ہے۔ درحقیقت یہ اصول معاشرتی اصلاح کیلئے بنیادی حیثیت کا حامل ہے ،کیونکہ تقوی ' اختیار کرکے ہی ایک انسان ہر قسم کی برائیوں سے محفوظ رہتا ہے اور لوگوں کو اذیت دینے سے ڈرتا ہے۔

نتائج

سورۃ الحجرات اسلامی معاشرت اور آداب کی تعلیمات پیش کرتا ہے۔یہ آداب و اصول درحقیقت فطرت انسانی کی ضروریات ہیں۔اسی طرح نبی کریم ﷺ نے اپنی عملی زندگی سے معاشرتی اصول وآداب کی تعلیمات امت مسلمہ کو دی ہے۔ان معاشرتی اصول وآداب کی عملی شکل کا جائزہ اگر عصر حاضر میں لیا جائے تو بہت سی کوتاہیاں اور معاشرتی آداب سے غفلت اور لاعلمی دیکھنے کو ملتی ہے۔ ذیل میں ہم سورۃ الحجرات کی روشنی میں عصر حاضر کے چند نتائج پیش کریں گے اور ان کی روشنی میں آئندہ چند گزارشات اور سفارشات کا ذکر بھی کریں گے۔

1. کسی کے آرام کے وقت میں اس کے گھر میں جانا بے ادبی اور تکلیف دینے والی بات ہے،ہمارے معاشرے میں یہ بیماری بہت عام ہے،عموماً ایسے اوقات میں ملاقات کیلئے دوسروں کے گھر جاتے ہیں،جب وہ آرام کررہے ہوتے ہیں، ان میں بعض مریض بھی ہوتے ہیں، اگر اچانک نیند سے انہیں بیدار کرادیا جائے تو طبیعت بگڑنے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔ایمرجنسی کے علاوہ اگر عام ملاقات کیلئے کسی کے گھر جانا ہوتو ان کے آرام کا خیال رکھا جائے اور آنے سے پہلے بہتر تو یہ ہے کہ فون پر اطلاع دیدی جائے ۔
2. آج کل سوشل میڈیا اور ٹی وی اینکر ونیوز رپورٹر بہت زیادہ بلاتحقیق خبر کو شئیر اور شائع کرتے ہیں،پھر حقیقت حال سامنے آنے کے بعد افسوس وندامت ہوتی ہے، ایسی صورت میں بلاتحقیق رپورٹ شائع کرنے سے لوگوں کا اعتماد ختم ہوجاتا ہے، یا افسوس ناک خبر یا خوشی سے بھر پور خبر سن کر عوام کے جذبات بڑھ جاتے ہیں اور خبر جھوٹی معلوم ہونےپر ان کے جذبات مجروح ہوتے ہیں اور سراسر شریعت مطہرہ کے خلاف ہے۔
3. ہمارے معاشرے میں یہ بات بھی بہت زیادہ عام ہے کہ اگر دو گروپس کے مابین جھگڑا ہوجائے تو بجائے ان کے درمیان عدل وانصاف قائم کرنے اور ان کے مابین صلح کرانے کے مزید چنگاری لگا کر دونوں میں آگ بھڑکائی جاتی ہے،جس سے نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ یا تو دونوں گروپس کے مابین طویل عرصے تک ناراضگی رہتی ہے یا قتل وغارت کے درپے ہوتے ہیں۔ایسی صورت میں ہمیں قرآن وسنت کے احکامات کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔
4. معاشرے میں ایک دوسرے کی تحقیر ،استہزاء اور توہین بہت زیادہ ہے اور ہر عام وخاص ،مرد وعورت اس کا شکار ہے،اسی طرح ایک دوسرے کو طعنہ دینا ، عیب نکالنا ،دوسروں کے سامنے کسی کی عیب زنی کرنا ،نیز دوسروں کو چڑانے کیلئے انہیں برے القابات سے پکارنا کہ جس سے اسے تکلیف پہنچتی ہو،جیسی بیماریاں بہت زیادہ عام ہوچکی ہیں۔یہ معاشرے کی تباہی کی بہت بڑا سبب ہیں۔ ان سے گریز کیا جائے۔
5. معاشرے میں آج کل غیبت زبان زد عام ہے۔ہر عام وخاص دوسرے کی غیبت میں لگا ہوا ہے، جس کے نتیجے میں مختلف تباہ کاریاں اور بیماریاں جنم لیتی ہیں۔
6. ہر چھوٹا بڑا فرد دوسرے سے بدگمانی کررہا ہے ، ایک دوسرے کے خلاف بھڑکارہا ہے، جس سے جھگڑے فسادات عام ہورہے ہیں۔یہ بدگمانی کا عنصر عورتوں میں بہت زیادہ عام ہے، گھروں میں عورتیں ایک دوسرے کے خلاف بدگمانی کرتی ہیں، ساس کو بہو کے خلاف ، شوہر کو بیوی کے خلاف یا بیوی کو شوہر اور ساس کے خلاف بھڑکایا جاتا ہے اور پھر اس سے نوبت میاں بیوی کے درمیان طلاق اور علیحدگی تک پہنچ جاتی ہے، دوخاندانوں میں تنازعات شروع ہوجاتے ہیں۔
7. بدگمانی کے بعد تجسس یا جاسوسی کرنا بھی معاشرے میں عام ہے، شوہر جب اپنی بیوی سے بدگمان ہوتا ہے تو اس پر جاسوس چھوڑ دیتا ہے، اس کے بارے میں دوسروں سے خبریں حاصل کرتا ہے،اسی طرح بیوی کو جب کسی دوسرے کی بات سے اپنے شوہر سے بدگمان ہوجاتی ہے ، تب وہ اپنے شوہر پر شک کرنے لگتی ہے اور اس کی جاسوسی کرنے لگتی ہے۔غرض کہ اسی تجسس کی وجہ سے آپس کے مضبوط رشتے کمزور پڑ جاتے ہیں، لڑائی جھگڑے اور فسادات شروع ہوجاتے ہیں اور بالآخر محبتیں نفرتوں میں بدل جاتی ہیں۔
8. آج کل قومی،لسانی عصبیت کا جگہ جگہ پرچار ہے،ایک مسلمان دوسرے کو رنگ ونسل ،زبان اور قوم کے باعث نیچا اور اونچا سمجھتا ہے، اچھی قوم،اچھا رنگ اور اچھی زبان کو رشتہ جوڑنے کا ذریعہ بنادیا گیا ہے اورنیچی ذات ،نیچی قومیت ولسانیت اور بدرنگ ہونے کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے واضح ارشادات کے تحت ان امتیازات کی کوئی حقیقت وحیثیت نہیں ہے، حیثیت ہے تو تقویٰ کی ہے۔ لہٰذا معاشرے میں اس پھیلی ہوئی بیماری اور ناسور کا خاتمہ بھی ضروری ہے۔

سفارشات:

زیر نظر تحقیق میں سورۃ الحجرات کی روشنی میں معاشرتی آداب واصول بسط وتفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ اگر ان پر عمل کیا جائے تو معاشرہ میں چھوٹے بڑے بگاڑ وفسادات کا خاتمہ ممکن ہوسکتا ہے۔ پُرامن معاشرہ تعمیر ہوسکتا ہے،لیکن افسوس سے یہ بات کہی جاتی ہےکہ ہمارے پاس قرآن وحدیث کی تعلیمات اور ان کی وضاحت پر سینکڑوں کتب موجود ہیں ، مگر ہم انہیں سمجھتے نہیں ہیں اور نہ ہی ان پر عمل کرتے ہیں۔نتیجتاً ہمارا معاشرہ میں مختلف امراض اور فسادات کی لپیٹ میں آچکا ہے۔ ذیل میں ہم ان سے بچنے کیلئے اور پُرامن معاشرہ تشکیل دینے کیلئے چند تجاویز اورسفارشات پیش کرتے ہیں۔

1. حکومت وقت کو چاہیے کہ سورۃ الحجرات کو میٹرک کے نصاب میں شامل کرے ، نیز پرائمری اور سیکنڈری لیول میں سورۃ الحجرات سے اخذ کرکے معاشرتی آداب نصاب میں شامل کیے جائیں،تاکہ نوجوان نسل کو ان آداب کا علم ہوسکے اور اس پر عمل پیرا ہوسکیں۔
2. انتظامیہ اور اسکول کے ذمہ داران کو چاہیے کہ معاشرتی آداب کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ انہیں عملی جامہ بھی پہنائیں۔
3. کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر معاشرے میں پھیلی تباہ کاریاں ، فسادات اور بیماریوں اور ان سے نمٹنے کی تدابیر جیسے اہم موضوع کو نصاب میں شامل کیا جائے اور ٹیچرز کی جانب سے قرآن وسنت کی روشنی میں ان کی وضاحت پیش کی جائے۔

4. معاشرے کی تمام برائیوں کا دارومدار اخلاقیات کی تعلیم کا فقدان ہے۔ پرائمری سے لیکر یونیورسٹی تک ہمارے نصاب میں اخلاقیات (ethics)کی تعلیم کی بہت زیادہ کمی ہے۔نصاب بنانے والے اور تعلیمی اداروں کے ذمہ داران اس موضوع کو نصاب کا لازمی حصہ بنائیں ۔
5. علمائے کرام اور خطباء حضرات منبرومحراب میں عوام کو اخلاقیات کا درس دیں ، سورۃ الحجرات کی آیات کی تفسیر بیان کریں،تاکہ عوام میں معاشرتی شعور بیدار ہو، اسی طرح مستورات میں عالمات پر یہ فریضہ عائدہوتا ہے کہ وہ عورتوں کو اخلاقیات کے بارے میں اصول وآداب سے آگاہ کریں۔
6. ہر گھر کے افراد کو معاشرتی اصول وآداب اور اخلاقیات کا لحاظ رکھنا چاہیے اور پرامن زندگی گزارنے کیلئے سورۃ الحجرات کا مطالعہ ضرور کریں ۔
7. سوشل میڈیا اور ٹی وی اینکر اور نیوز رپورٹر کو چاہیے کہ وہ بلاتحقیق خبریں شائع نہ کریں اور کسی بھی خبر کو پوری تحقیق کے بعد نشر کیا جائے ، اس حوالے سے انہیں آپ ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہیے اور بالخصوص سورۃ الحجرات کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔
8. دوفریقین کے مابین فیصلہ کرنے کی صورت میں مفتیان کرام اور ججز اور اداروں کے مالکان دونوں فریق کی رائے کی تحقیق کرلیں،صرف یکطرفہ بات سن کر دوسرے فریق کی رائے جانے بغیر بلاتحقیق فیصلہ دینے سے گریز کریں۔

اختتامیہ

سورۃ الحجرات کی آٹھ (8) کی روشنی میں معاشرتی اصول وآداب کا تفصیلی ذکر اس تحقیق میں کیا گیا ہے۔ راقم الحروف نے مختلف مستند تفاسیر،کتب حدیث اور معتبر کتب کی مدد سے تفصیلات ذکر کی ہے،آخر میں دورحاضر کے تحت معاشرے میں رائج بیماریاں اور ناسور جو معاشرے کو دیمک کی طرح کھاکر کمزور سے کمزور تک کرتی چلی جارہی ہیں ،کی نشاندہی کی گئی ہے اور ان بیماریوں کا حل سورۃ الحجرات کی روشنی میں قارئین کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی تعلیمی نصاب میں سورۃ الحجرات کو شامل کرنے کیلئے چند سفارشات بھی دی ہیں،تاکہ ان پر عمل پیرا ہوکر ایک پُرامن معاشرے کی تشکیل ہوسکے ۔جو معاشرتی برائیاں اور ان سے بچنے کا ذکر اس تحقیق میں کیا گیا ہے ،ان کا خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ الحجرات میں لوگوں کو ایک دوسرے کا مذاق اڑانے، استہزاء وتمسخر کرنے، طعنہ اور عیب جوئی کرنے، برے القابات سے دوسرے کو پکارنے ، بدگمانی،تجسس اور غیبت کرنے سے سختی سے منع فرمادیا گیا ہے،نیز قوم،رنگ ونسل اور لسانیت سے عاری ہوکر تقویٰ والی زندگی اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے، تمام مسلمان آپس میں دین کے اعتبار سے ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔اسی اخوت کو اپناتے ہوئے ایک دوسرے کی عزت،حرمت ،اچھے اور برے ،جائز وناجائز کا خیال رکھنا چاہیے، آپس میں دو بھائیوں کے مابین جھگڑے کی صورت میں قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق عدل وانصاف قائم کرنا چاہیے اوردونوں میں صلح کرانی چاہیے۔سنی سنائی باتوں پر یقین کرنے کے بجائے ان باتوں کی تحقیق کرلینی چاہیے اور دوسروں کے آرام کا خیال رکھنا چاہیے۔

ہمیں ایک پُر امن معاشرہ تعمیر کرنے کیلئے ان برائیوں سے کنارہ کشی کرنی پڑے گی۔ایک دوسرے کا خیال رکھنا پڑے گا۔ یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ دوسروں تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی معاشرتی تعلیمات کو پہنچائیں،تاکہ دوسرے بھی ان سے آگاہ ہوسکیں اور اپنی زندگیوں میں بہتری لاسکیں، حکومت وقت کی ذمہ داری ہے کہ سورۃ الحجرات کو تعلیمی نصاب کا حصہ بنائے اور عملی شکل میں اس کی تعلیم نوجوان نسل کو دی جائے ۔درحقیقت اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی انہی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر ہی معاشرے کو برائیوں سے پاک وصاف رکھا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات

1. خلیق احمد، مفتی، معاشرتی آداب واخلاق اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ،اشاعت اول، ص11/10
2. الحجرات:4/49
3. النسفی،ابوالبرکات،عبداللہ بن احمد بن محمود،تفسیر مدارک (اردو)،ناشر: العلم لاہور،جلد3،ص 654
4. اشرف علی ، تھانوی، حکیم الامت،آداب المعاشرت، ناشر: مکتبہ بشریٰ ، سن اشاعت2010ء، ص10
5. الحجرات:5/49
6. بلال عبدالحئی ، حسنی ، ندوی، اصلاح معاشرہ ،سورہ حجرات کی روشنی میں،ناشر: سید احمد شہید اکیڈمی ،دارعرفات،اشاعت اول:2009ء، ص 53
7. الحجرات:6/49
8. شفیع،عثمانی، مفتی، معارف القرآن ، ناشر:ادارۃ المعارف کراچی،طبع جدید،سال اشاعت:اپریل2008ء،جلد8،ص105
9. بلال عبدالحئی ، حسنی ، ندوی، اصلاح معاشرہ ،سورہ حجرات کی روشنی میں،محولہ بالا، ص59
10. الحجرات:9/49
11. ثناء اللہ ،پانی پتی، قاضی،تفسیر مظہری،ناشر:ضیاء القرآن پبلی کیشنز،سال اشاعت:دسمبر2002ء، جلد9،ص 73
12. بیہقی،ابوبکر، احمدبن الحسین، شعب الایمان،ناشر:دارالکتب العلمیہ بیروت،طباعت اول،سال اشاعت1410ھ،جلد6،ص222،حدیث نمبر:7957
13. الحجرات:9/49
14. الحجرات:10/49
15. ابن کثیر، عمادالدین، ابوالفداء ، حافظ، تفسیر ابن کثیر ،مترجم: مولانا محمد جونا گڑھی ، ناشر: مکتبہ قدوسیہ، سال اشاعت2006ء، جلد4، ص329
16. الحجرات:11/49
17. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید،اسلام کے معاشرتی آداب ، ناشر: اسلامک سروسز سوسائٹی،ص25
18. الحجرات:11/49
19. شفیع،عثمانی، مفتی، معارف القرآن ، محولہ بالا،جلد8،ص117/116

20. الحجرات:11/49
21. شفیع،عثمانی، مفتی، معارف القرآن ، محولہ بالا،جلد8،ص117
22. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید،اسلام کے معاشرتی آداب،محولہ بالا،ص27
23. شفیع،عثمانی، مفتی، معارف القرآن ، محولہ بالا،جلد8،ص118
24. الحجرات:49/ 12
25. عبدالخالق، صدیقی، ابوحمزہ، اسلام کا نظام اخلاق وادب، تخریج واضافہ:حامد محمود الخضری و نصراللہ ، ناشر: انصار السنہ،لاہور، ص292
26. ابوداؤد،سلیمان بن الاشعث السجستانی،سنن ابی داؤد، باب فی الظن،ناشر: دارالکتب العربی بیروت،جلد4،ص432،حدیث نمبر:4919
27. ابن کثیر، عمادالدین، ابوالفداء ، حافظ، تفسیر ابن کثیر ،محولہ بالا، جلد4، ص330)
28. بلال عبدالحئی ، حسنی ، ندوی، اصلاح معاشرہ ،سورہ حجرات کی روشنی میں،محولہ بالا، ص103-104
29. بخاری،محمد بن اسماعیل ، صحیح بخاری، نسخۃ طوق النجاۃ ،جلد1،ص308،حدیث نمبر:5143
30. احمد بن یوسف،الدریویش،راست روی (بنیادی اصول اور عملی وسائل)، ناشر: شریعہ اکیڈمی،بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد،سال اشاعت:جولائی 2013ء،ص61-62
31. مسلم بن الحجاج ،صحیح مسلم :موافق لترقیم عبدالباقی، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الغیبۃ،جلد4،ص2001،رقم:2589
32. ابوداؤد،سلیمان بن الاشعث السجستانی،سنن ابی داؤد، کتاب الادب،باب فی الغیبۃ،محولہ بالا،جلد4،ص420، رقم:4880
33. الحجرات:13/49
34. احمد دیدات، شیخ ، اسلام نظامِ زندگی قرآن عصری سائنس کی روشنی میں، مترجم:مصباح اکرم،ناشر:عبداللہ اکیڈمی، لاہور،ص200
35. الحجرات:13/49
36. بیہقی،ابوبکر، احمدبن الحسین، شعب الایمان،محولہ بالاجلد4،ص289،حدیث نمبر:4774